ہے اور جن کی عقلوں کے ذریعے سے وہ ان سے بات چیت کرتا ہے۔''

خطبہ نمبر ۲۱۸ میں اہلِ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں!

''(اللہ والا) اپنی عقل کو زندہ کرتا ہے اور اپنے نفس کو مارتا ہے، یہاں تک کہ جو چیز موٹی تھی وہ نرم و نازک بن جاتی ہے۔ اس کے سامنے بجلی کی طرح روشنی چمکتی ہے جو اُسے راستہ دکھاتی ہے اور اسے سالکِ راہِ خدا بناتی ہے۔ بہت سے دروازے اسے آگے کی طرف دھکیلتے ہیں یہاں تک کہ وہ سلامتی کے پھاٹک اور اس منزل تک پہنچ جاتا ہے جہاں اسے قیام کرنا ہے۔ اس کے پاؤں جمے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کے بدن کو اطمینان حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے قلب کو کام میں لاتا ہے اور اپنے پروردگار کو خوش کرتا ہے۔''

اِس کے ساتھ ساتھ اسلامی دُعائیں خصوصاً آئمہٴ اہلبیتِ اطہار علیہم السلام کی تعلیم کردہ دُعائیں معرفت کا خزانہ ہیں۔ صحیفہ علویہ، دُعائے کمیل، دُعائے ابوحمزہ ثمالی، مناجاتِ شعبانیہ اور صحیفہٴ سجادیہ کی دُعاؤں میں اعلیٰ ترین روحانی افکار موجود ہیں۔ کیا ان تمام سرچشموں کی موجودگی میں بھی اس کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم کسی اجنبی سرچشمہ کی تلاش میں سرگرداں ہوں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ رویہ تو اُن مستشرقین کا ہے جو اسلام کے علاوہ کسی اور سرچشمہ کی جستجو میں ہیں تا کہ اسے عرفان کی روحانیت کا محرک قرار دے سکیں مگر وہ اسلام کے

عظیم سرچشمہ کی طرف سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا کہ کسی بھی علم سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اُس علم کی تاریخ، وقتاً فوقتاً رونماء ہوئے تغیرات اور اُن شخصیتوں کے متعلق معلوم کیا جائے جنہوں نے اس علم کو ایجاد کیا یا اسے ترقی دی اور پھر اس علم کی بنیادی کتابوں سے واقفیت پیدا کی جائے۔

چنانچہ اِس سلسلے میں اگر ہم صدی بہ صدی نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دامنِ اسلام میں عرفان و آگہی کا ظہور بابِ علم حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حوالے سے ہی ملتا ہے عرفانی حقائق اور روحانی زندگی کی منازل کے فصیح بیان میں نفسِ پیغمبر آخرالزماںؐ کے فقط ارشادات ہی کو لے لیا جائے جو علم و دانش کا لازوال خزینہ ہیں جبکہ روحانیت کے باب میں آپ ہی کے رفقاء حضرت سلیمانِ فارسی، حضرت اویس قرنی، کمیل ابن زیاد، رشید ہجری، میثم تمار، ربیع بن خثیم اور حسن بصری جیسے بزرگوں کے ذریعے سے مزید مضبوط بنیاد بن کر دین اسلام میں عرفان و آگہی کا ہراوّل دَستہ ثابت ہوا اور جنہیں صوفیاء کی اکثریت حضرت علیؑ کے بعد اپنے روحانی سلسلے کے پیشواء مانتی ہے۔ اسی طرح اگر روحانیت کے اس فقر پر عہد بہ عہد نگاہ ڈالی جائے تو ہر صدی ہجری میں ہمیں اِس عرفان و آگہی کے علمبردار ملتے ہیں جو عرفان و آگہی کی منازل کو بڑی کامیابی کے ساتھ طے کر کے اپنے اپنے زمانے میں نہ صرف فقر کی مستی میں ڈوب کر اِس سلسلے کو اپنے بعد کے آنے والے عارفین کے سپرد کرتے دیکھائی دیئے بلکہ بعد کے آنے والے سالکین و صالحین اِس فقر کے سلسلے میں مزید اضافے کرتے کرتے باقاعدہ

ایک مکتب کے درجے تک پہنچاتے رہے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ کیسے کیسے صاحبان کشف و کرامات اولیاء اللہ نے اپنے اپنے زمانے میں علمِ عرفان و آگہی میں اپنا کردار ادا کیا۔ پہلی صدی ہجری میں طاؤسِ یمانی، شیبان راعی، مالک بن دینار، ابراہیم بن ادہم اور شریف بلخی منظر عام پر آئے جنہیں لوگ ولی اللہ سمجھتے تھے۔ یہ لوگ برسرِ عام عرفان اور تصوف کا ذکر کیے بغیر ظاہراً زاہد نظر آتے تھے اور اس حقیقت کو نہیں چھپاتے تھے کہ اُنہیں اُن سے پہلے کے عرفانی گروہ نے روحانیت سے روشناس کرایا اور اسکی تربیت دی تھی۔

دوسری صدی ہجری میں ابو ہاشم کوفی، سُفیانِ ثوری، حسن بصری، مالک بن دینار، ابراہیم بن ادہم، رابعہ عدویہ، شفیق بلخی، فیصل بن عیاض نے اِس سلسلے کو بڑھاوا دیا اور باقاعدہ طور پر اِس فکر کے حامل لوگوں کے لیے لفظ ''عرفاء'' اور ''صوفیاء'' کا استعمال دیکھنے میں آیا ورنہ اِس سے پہلے یہ اصطلاحیں نہیں مِلتی۔ صوفی نام بھی بقول نیکلسن اس لیے استعمال ہوا کہ اہلِ عرفان اور درویش طبع لوگ زیادہ تر ''صوف''، یعنی اُون پہننا پسند کرتے تھے۔

تیسری صدی ہجری میں بایزید بسطامی، سری سقطی، معروف کرخی اور جُنید بغدادی نے تصوف کا راستہ اختیار کیا۔ چوتھی صدی ہجری میں جُنیدِ بغدادی کے شاگرد ابوبکر شبلی، ابوعلی رودباری اور اُنکے بھانجے ابوعبداللہ رودباری، ابونصر سراج طوسی اور اُن کے شاگرد ابوالفضل سرخسی اور ابو طالب مکی قابلِ ذکر رہے جبکہ پانچویں صدی ہجری کے عارفین میں شیخ ابوالحسن خرقانی، ابوسعید ابوالخیر، ابووقاق نیشاپوری، ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری، خواجہ عبداللہ انصاری اور

ابو حامد محمد غزالی کے اسمائے مبارکہ بیان کیے جا سکتے ہیں۔ چھٹی صدی ہجری کے عارفین میں عین القضاء ہمدانی، سنائی غزنوی، احمد جامی، عبدالقادر گیلانی اور شیخ روز بہان بقلی شیرازی المعروف شیخِ شطاح نے علمِ معرفت و آگہی کا علم سربلند رکھا۔ عرفان اور طریقت کی تدریجی ترقی نشو نُما پاتی رہی حتیٰ کہ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری اپنی وسعت اور بلندی کی قوت پر جا پہنچی اور اسلامی دُنیا میں آج تک اس کی ہستی باقی ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں شیخ نجم الدین کبریٰ، شیخ فریدالدین عطار، شیخ شہاب الدین سہروردی زنجانی، ابن الفارض مصری، محی الدین ابنِ عربی طائی اندلسی المعروف بہ شیخِ اکبر، صدرالدین محمد قونوی، مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی، فخر الدین عراقی ہمدانی جیسے بزرگانِ فکرِ آگہی کا پرچم اُٹھائے رکھا۔ آٹھویں صدی ہجری میں علاؤالدین سمنانی، عبدالرزاق کاشانی، خواجہ حافظ شیرازی، شیخ محمود شبستری، سیّد حیدر آملی اور عبدالکریم جیلی جبکہ نویں صدی کے عارفوں میں شاہ نعمت اللہ ولی، علی ترکہ اصفہانی، محمد بن حمزہ فناری رومی، شاہ شمس تبریز نوربخشی اور نورالدین عبدالرحمٰن جامی شامل ہیں۔

یہ سب وہ ہستیاں ہیں کہ جن کی شبانہ روز ریاضت کی بدولت روحانی وعرفانی فقر کو جلا ملتی رہی اور عرفان و آگہی کا یہ سفر آگے بڑھتا چلا گیا اور آج پندرہویں صدی ہجری میں بھی ہر قسم کی ماڈرنائزیشن کے باوجود خانقاہیں آباد نظر آتی ہیں جہاں سے عرفان و آگہی کا فیض مرجعِ خلائق خاص و عام ہے۔ میں نے نویں صدی ہجری تک کے اولیاء اللہ کا عہد نذرِ قارئین کیا کہ زیرِ نظر کتاب میں آغا سید پھول شاہ کاظمی صاحب نے نہایت عرق ریزی سے شمس العارفین،

سُلطان الاولیاء، بُرہان الاتقیاء، قدوۃ السالکین و امام الصالحین حضرت زین العابدین المعروف شاہ زین سرکار رحمتہ اللہ علیہ کہ جن کا عہد بھی نویں صدی ہجری کا ہے بیان فرمایا ہے۔ شاہ صاحب نے اپنی شبانہ روز محنت سے اِس کتاب میں شاہ زین سرکارؒ کے سلسلۂ نسب پیش کیا جو تیسری صدی ہجری سے سلسلۂ امامت کے ساتویں تاجدار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملتا ہے۔

کتاب میں دیئے گئے اِس سلسلۂ نسب کی ترتیب پر اگر نگاہ ڈالیں تو ماننا پڑے گا کہ اِس سلسلہ کے ساداتِ عظام کی روحانیت اور عرفان و آ گہی پر عمل پیراء پُشت در پُشت اولیاء اللہ کے بے جوڑ سلسلے کی کڑیوں نے جس انداز میں خلق اللہ کی فکری و روحانی خدمت کی وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ یعنی کیا خوب روحانیت سے پُر مامور سلسلہ ہے، چھ صدیوں پر محیط اِن آلِ سادات میں فرزندِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام حضرت اسحاق الموفق سے یہ سلسلہ محمد عالم، موسیٰ ابوالحسن زاہد، اسحاق ثانی، عبدالرحمٰن، سعید علی حیات بلبندی زندہ پیر، سُلطان ابوالقاسم حسینی المشہدی، سُلطان محمد احمد سابق، سُلطان صدرالدین، سُلطان رضا الدین، محمد الغازی الثانی، سُلطان علاؤالدین ولی الدین، سُلطان وجیہہ الدین، عبدالکریم، علی شیر ابراہیم اور والدِ ماجد نصیر الدین عبید سے زین العابدین شاہ زین سرکار تک پہنچتا ہے۔ اور پھر اِن اولیاء اللہ نے جن جن علاقوں میں پیغامِ حق عام کیا اُن کا بھی ایک دلچسپ سفر دیکھنے کو ملتا ہے یعنی یہ سلسلہ ۲۴۰ ہجری میں ایران کے شہر ساوا سے چلا اور پھر بلخ، ۲۵۹ ہجری سے ۲۹۷ ہجری رَے، پھر ثمر قند اور مشہد،

پھر ۶۱۰ ہجری سے ہندوستان کے شہر بلبلند، روہڑی بھکر، پھر واپس مشہد اور کابل کے بعد میر پور سندھ سے ہو کر پنجاب میں سید کسراں چکوال اور ۸۷۱ ہجری میں کشمیر کے سری نگر اور میر پور مظفر آباد سے ہوتا ہوا اودھڑ وال چکوال تک کے علاقوں کو اپنے علم سے فیض یاب کرتا دِکھائی دیتا ہے۔

اشاعتِ دین اور تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں علماء، صوفیاء اور فقراء کی روحانی مجالس و محافل میں شیدائیانِ علم و حکمت کو اپنے آباء و اجداد کے علم کے خزانے لُٹاتے ہوئے شاہ زین سرکارؒ نے بھی اپنا تمام عہد فقر و آ گہی میں بِتایا۔ آپ کی ازدواجی زندگی ہو یا روحانی، ہر مقام پر آپ بلند روحانی افکار کے حامل پیر و مُرشد کے اصل رُوپ میں نظر آئے اور یہی وجہ ہے کہ آپ عہدِ جوانی میں ہی روحانی طور پر اُس مقام تک پہنچ گئے کہ جہاں رضائے خالقِ قدرت کے کرشموں کی شکل میں مخلوقِ خدا پر عیاں ہونے لگتی ہے اور خالق اپنی مخلوق کو اپنے نیک اور خاص بندے کی طرف متوجہ کر دینے کے لیے اُسے کشف و کرامات عطاء کر دیتا ہے۔ شاہ زین سرکار کی روحانی زندگی کی عوامی اُٹھان بھی کرشمۂ چنگی کی صورت ظاہر ہوئی اور طول و عرض کے مکینِ بلاد نے اُس کوڑی لڑکی کو ملنے والی عاجلہ و کاملہ شفاء کی زیارت کی اور شاہ زین سرکار کی روحانیت کی منزل کو جانا۔

شاہ زین سرکارؒ کے اِس جہانِ فانی سے پردہ فرمانے کا سن ۹۰۰ ہجری ہے لیکن آپ کے بعد بھی فقر کا یہ باب آپ کی نسل سے آگے بھی چلتا رہا اور چکوال کے علاقہ دھنی، پوٹھوہار،

ہزارہ، مظفر آباد کشمیر اور پنجاب کے دُور دراز علاقوں میں پھیلا نظر آیا۔ بارگاہِ ایزدی میں بندگانِ خدا کی صف میں آپ کے روحانی قدر و منزلت کے لیے کیا یہ کافی نہیں کہ آپ کے بعد بھی آپ کا یہ روحانی سلسلہ آپ کی مبارک اولاد سے جاری رہا اور آستانوں اور خانقاہوں میں دُنیائے فقر کی یہ بے بدل ہستیاں خلقِ خدا میں اپنا فیض عام کرتی رہیں ہیں۔ عرفان و آگہی کا یہ سلسلہ آج تک نسل در نسل یونہی قائم و دائم ہے اور اِس عہد تک بہت سے بے بدل اولیاء اللہ جن کا تعلق شاہ زین سرکارؒ ہی کی نسل سے ہے مختلف علاقوں میں روحانیت کے جھنڈے گاڑے ہیں جن میں خطہ چکوال سید کسراں کے سید حسن علیؒ، سید اسم علیؒ، سید کمال الدینؒ، سید سماء الدینؒ، دیوان سید محمد حنیفؒ اور شاہ نظر دیوانؒ کے اسماء گرامی شامل ہیں۔ اسلام آباد میں حضرت سخی مزمل بادشاہؒ، شاہ اجمل المعروف بہ شاہ ہزمل سرکارؒ، سید چراغ علی شاہؒ، باوا پیر محمد علی شاہؒ، باوا فرزند علیؒ، باوا سید ولایت شاہ نور پور کے ہاں اور باوا نشان علی شاہ ابن جواہر علی شاہ جبکہ راولپنڈی میں حضرت شاہ چن چراغؒ، شاہ پیاراؒ، باوا مُعظم دریاؒ، شاہ غازی امامؒ شامل ہیں۔ ہزارہ میں اگر شاہ زین سرکار کی اولاد کا ذِکر کیا جائے تو اُن میں باوا یار محمد بادشاہؒ، باوا پیر نبی شاہؒ اور حکیم سید قربان حسین بے وطن شاہ سرکارؒ کے اسماء گرامی شامل ہیں جبکہ پشاور میں آغا سید چن پیر شاہ کاظمیؒ، مری میں نانگا سید لعل شاہ سرکارؒ، پنڈ دادن خان میں سید علی محمد شاہؒ اور مظفر آباد میں شاہ عنایت ولایتؒ اور اِن جیسی اور بہت سی ہستیاں آج بھی اپنے اپنے علاقوں میں عرفان و آگہی کے چراغ لیے خلقِ خدا کی روحانی و قلبی تسکین میں اپنے



بزرگوں کا نام روشن کر رہیں ہیں۔

میرے لیے یہ سعادت ہے کہ مجھ جیسے ہیچمدان کو قبلہ سید پھول شاہ کاظمی صاحب جیسے علم دوست شخصیت نے اپنی اِس روحانی تحقیق پر کچھ قلم فرسائی کا موقع دیا۔ یہ اُن کی محبت و خلوص ہے کہ اُنکی پہلی تین تحقیقی تحاریر میں وہ میرے والد و اُستاد آخونزادہ مختار علی نیّرؔ (تمغۂ امتیاز) کی تحریرِ تقریظ سے ابتداء کرتے رہے ہیں۔ میرے اُستاد کے بعد شاہ صاحب کی اپنی اِس تحقیق پر مجھ حقیر کا کچھ لکھوانا اُستاد کی جگہ تو پُر نہیں کر سکتا تاہم جانشین کے لیے ایک سعادت ضرور ہے جسکے لیے میں آغا سیّد پھول شاہ کاظمی صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ اُنہوں نے مجھے عزت بخشی۔

آخر میں شاہ صاحب کی اِس تحقیق کے بارے میں اتنا کہوں گا کہ کسی محقق کے لیے اپنے منتخب کردہ موضوع کے بارے میں اگر کچھ معلومات پہلے سے موجود ہوں تب تو اُسے کچھ نہ کچھ مدد یا خاکہ سا تو مل جاتا ہے کہ جس کو مزید مکمل اور جامع کرنا پھر اُس کے لیے قدرے ممکن ہوتا ہے لیکن جب پہلے اُس موضوع کے بارے میں کسی نے بھی قلم اُٹھانے کی طرف توجہ نہ کی ہو تو کس قدر مشکل اور کٹھن کام ہے اُس موضوع کے متعلق معلومات کو یکجا کرنا اور اُسے کسی سانچے میں ڈھال کر پیش کرنا۔ میں نے اپنے اُستاد کی اِسی مُشکل پسند طبیعت کے باعث اُن کی تحقیقی مسودوں کی تیاری کے کٹھن اور تھکا دینے والے تحقیقی مراحل دیکھے ہیں جو صرف ایک مشنری جذبے کے تحت ہی تکمیل پا سکتے ہیں۔ بقول مقبول عامر!



دشتِ بے آب سے پوچھو کہ وہاں کے اشجار
کن مراحل سے گزرتے ہیں نمو پاتے ہیں

سید پھول شاہ کاظمی صاحب نے بھی اپنے لیے وہ زمین منتخب کی ہے جہاں کی مٹی ذرخیز تو بہت ہے کہ اِس سلسلۂ زینیال کاظمی سادات کے مزارات اور خانقاہیں آج تک مرجعِ خلائق ہر خاص و عام ہیں لیکن کسی نے آج تک اِس سلسلے کے اولیاء اللہ کے بارے میں کچھ ضبطِ تحریر کرنے کا نہ سوچا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک توفیق ہوتی ہے جو ہر کسی کے حصے میں نہیں آ سکتی۔ سینکڑوں سال بعد آج جب یہ توفیق بارگاہِ الٰہی سے حاصل ہوئی تو اِس کے لیے آغا سید پھول شاہ صاحب منتخب کیے گئے جو کہ اس سلسلے کے بزرگوں کی جان سے اور اللہ کی طرف سے خصوصی عطاء ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دست بہ دُعا ہوں کہ مالک و خالق اپنے پیارے حبیبؐ اور اُن کی آلِ پاکؑ کے طفیل ساداتِ کاظمیہ کے اولیاء اللہ کا مکمل تعارف اور اُنکے حالاتِ زندگی منظرِ عام پر لانے کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آغا سید پھول شاہ صاحب کو صحت وسلامتی عطاء فرمائے' آمین۔

ڈاکٹر آخونزادہ مجاہد علی اکبر

نبیرۂ حضرت دیوانہ بابا رحمتہ اللہ علیہ (بونیر۔ سوات)
''آخون قلعہ'' اسلام آباد کالونی' نشتر آباد' پشاور شہر
یکم دسمبر ۲۰۱۴ء

دادی چنگی۔ ہر لحاظ سے چنگی

ہم نے اپنے بزرگوں کو اکثر یہ کہتے سُنا ہے کہ ''ہمیشہ زبان سے خیر کا کلمہ نکالو' یعنی ''ہمیشہ اچھی بات کرو' بری بات زبان پر مت لاؤ' کیا معلوم یہی قبولیت کا وقت ہو۔'' اِسی طرح ہندکو زبان کا محاورہ ''ہر ویلے خیر منگو' زبان زدِ خاص و عام ہے۔ بزرگوں کی باتوں میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے اور اِس بات کا اندازہ مجھے اُس وقت ہوا جب آغا جی سیّد پھول شاہ کاظمی صاحب کی اُنکے جدِ امجد کے حوالے سے تحقیق میری نظر سے گزری۔ آغا جی نے عقیدت اور تحقیق جیسے دو مختلف النوع جہتوں کو کس عمدگی سے یکجا کیا اِس پر اُن کی کاوش کا قائل ہونا ہی پڑتا ہے۔ دراصل کہیں بھی عقیدت نے تحقیق کو مبالغے کا رنگ نہیں دیا اور نہ ہی تحقیق جیسا خشک میدان عقیدت سے عاری نظر آتا ہے۔

شاہ زین سرکارؒ کی ازدواجی زندگی کے جھروکوں میں جھانکنے لگے تو معلومات میں اضافہ ہوا کہ ایک ضرورت کے تحت آپ نے شادی کی حامی بھری اور جب ایک کوڑھی بیچاری زندگی سے مایوس' نحیف ونزار اور بدحال خاتون کا ذِکر آیا تو آپ نے ساری باتیں جاننے کے

بعد کہا ”اے ای چنگی اے۔“ بس اب مجھے یقین ہو گیا کہ بزرگوں کی باتوں میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ شائد یہی قبولیت کا وقت تھا کہ وہ خاتون نا صرف جسمانی طور پر بیماری سے چھٹکارا پا کر چنگی ہو گئی بلکہ اخلاق، کردار، اوصاف، شکل وصورت، رشتے، بیوی، ماں غرض سبھی صفات میں بھی چنگی ہی نظر آنے لگی۔

دوسری طرف شاہ زین سرکارؒ کے اس جملے ”اے ای چنگی اے“ کا بھرم بھی اللہ ربّ العزت نے رکھ لیا اور دُنیا والوں پر بھی ظاہر کر دیا کہ دیکھو میرے مستوں اور قلندروں کی پہنچ۔ جب یہ میری مرضی پر راضی بہ رضا ہے تو میں کس کس طرح اُن کا مان، اُن کا بھرم رکھتا ہوں۔ یہ جُملہ کسی عام دُنیا دار انسان کے منہ سے نکلی بات نہ تھی بلکہ اپنے مالک وخالق کے انعام و اکرام پر غور کرنے والے ایک عاشق رسول کے دہن مبارک کے الفاظ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا درجہ عطاء کیا اور دُنیا والوں کو یہ بتلا دیا کہ دیکھ لو اِن قلندروں کو پہچان لو اِن سالکوں کو جو میری مرضی خرید لینے کا ہُنر جانتے ہیں۔ بے شک شاہ زین سرکارؒ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر توکل کیا اور شادی جیسا اہم فیصلہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دیا۔ لیکن دوسری طرف غور کیا جائے تو دادی چنگی نے بھی اپنے لقب کی خوب لاج نبھائی۔

جان کی بازی ہارنے والی اس بے مثل عورت نے صحت یاب ہونے کے بعد اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے حبیب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اور شاہ زین سرکارؒ

کی امانت سمجھا اور ان کی دل و جان سے یوں خدمت کی کہ کبھی شکایت کا موقع نہ دیا۔ بلکہ اگر یوں کہیں تو غلط نہ ہوگا کہ اپنی وفا، خلوص، خدمت اور شوہر نامدار کے حقوق کو یوں نبھایا کہ دُنیا کو یہ کہنا پڑا کہ واقعیٔ شاہ صاحب جیسے باجلال و جمال اور صاحبِ وجد و حال ہستی کے لیے یہی شریکِ حیات چنگی تھی۔

کہتے ہیں کہ دادی چنگی جب شاہ زین سرکارؒ کے عقد میں آئیں تو کوڑھ کے مرض نے اُنھیں ادھ موا کر رکھا تھا، بیماری اُنکے جسم میں اپنی جڑیں پھیلا چکی تھی، تمام بال گر چکے تھے، بس یوں کہیئے کہ وہ اپنی بچی کھچی سانسیں گن رہی تھی لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ابھی اِس حوصلہ مند خاتون نے بیماری کو شکست دے کر شاہ زین سرکار کی زوجہ کی حیثیت سے قدرت کے کرشمے کو سچ کر دِکھانا تھا۔ ابھی تو اس شفیق خاتون نے شاہ زین سرکارؒ کی نسل کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنے دودھ کی تاثیر دکھانی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دادی چنگی کو آٹھ بیٹوں سے نوازا۔ اماں چنگی نے اُن کی پرورش میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ یہاں اِس موقع پر ایک بہت ہی خوبصورت حقیقت پڑھنے کو ملی کہ اماں چنگی اپنے بچوں کو دودھ بھی باوضو ہو کر پلاتی تھیں یعنی درحقیقت یہ شاہ زین سرکارؒ سے محبت اور عقیدت کا تقاضا تھا کہ اماں چنگی نے ساری عمر اپنے بچوں کا بھی خوب خوب احترام کیا۔ کتنی خوبصورت بات ہے کہ ہمیں اس باہمت اور صبر و استقامت کی پیکر خاتون میں ممتا اور عقیدت کی صفات یکجا نظر آتی ہیں۔

میں نے اپنی زندگی میں شاید ہی کوئی ایسی مثال دیکھی ہو کہ جہاں عقیدت اور ممتا کے جذبے کا امتزاج پایا گیا ہو۔ ''بچوں کی پہلی درس گاہ ماں کی گود ہوتی ہے'' اِس عالمگیر سچائی کو اماں چنگی نے سچ کر دِکھایا اور اپنی شفقت' توجہ اور پیار سے اپنی اولاد کو پروان چڑھایا۔ اماں اپنے بچوں کو چھوٹی چھوٹی نصیحتیں کرتی رہتی اور اپنے بچوں کے گرد اچھی باتوں اور خوبصورت کردار کا ہالہ سا بُنتی رہتی تھیں جس کے حصار میں بچے ڈھیر ساری توجہ اور محبت پا کر نہال ہو جاتے اور یوں وہ بچے ایک مضبوط شخصیت و کردار لے کر اُبھرے اور اسطرح ایک مرتبہ پھر اماں چنگی نے یہ ثابت کر دیا کہ بزرگوں کی کہی ہوئی باتیں حکمت رکھتی ہیں اور یہ کہ قبولیت کا وقت بھی ہو سکتا ہے اس لیے اچھی باتیں ہی منہ سے نکالتے رہنا چاہیے۔ شاہ زین سرکارؒ کا یہ جملہ پھر سے میرے ذہن میں گونجا کہ ''اے ای چنگی اے'' واقعیٔ اماں چنگی نے اپنی پرورش کے طریقے سے ثابت کر دیا کہ واقعیٔ شاہ زین سرکار کی نسل کیلئے اماں چنگی ہی بہترین ماں تھی۔



ماں

وہ ساز کہ جس ساز کے تاروں میں نہاں ہو
اک نغمۂ رنگین
پھولوں سے بھی خوش تر
خوشبوئے معطر کہ دل و جان کو جو بخشے
کیفیت دلکش
دل جس کا ہے عکس رُخِ حُوراں بہشتی
بھرپور وفا سے
ہیں جس کی محبت کے درخشندے ستارے
معصوم فسانے
فطرت نے ہے بھیجا جسے شہکار بنا کر
بے کیف جہاں میں

دادی چنگی کا اصل نام بعد از تحقیق بھی سامنے نہ آ سکا شائد اِس لیے کہ یہی لقب ہی اُن کا اصل نام بن جائے کیونکہ دادی چنگی کو شادی کے بعد جوانی میں ضرور بہن چنگی یا بیٹی چنگی کہا جاتا ہوگا۔ کیونکہ شاہ زین سرکارؒ کے حالات پڑھتے ہوئے یہ سطور بھی نظر سے گزریں کہ



کہ کوڑھ کے مرض سے صحت یابی کی خبر گاؤں گاؤں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور دُور دُور سے عورتیں آپ سے ملنے آتیں اور جاتے وقت آپ کی صورت وسیرت کی گرویدہ ہو کر ایک خاص قسم کی شادمانی محسوس کرتی تھیں۔ آپ شاہ زین سرکارؒ کی ہر کرامت کا چلتا پھرتا ثبوت تھیں کہ نہ صرف آپ صحت یاب ہوئیں بلکہ باقی کی زندگی ایک صحت مند زوجہ کی طرح گزاری۔ شاہ صاحب کے جلال و جمال کی ہر سو دھوم تھی لیکن آپ کی ہستی سے جڑ کر اماں چنگی کی ذات بھی سحر انگیز عجوبہ میں ڈھل گئی اور کردار جو چہرے سے جھلکتا ہے خود اس بات کا بین ثبوت بن گیا۔ اسی لیے وہ عورتیں جو یہ کرشمہ دیکھنے آتیں وہ آپ سے ملنے کے بعد آپ کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی تھیں۔

بحیثیت ایک عورت مجھے شاہ زین سرکارؒ کی زندگی کے تمام حالات اپنی جگہ مگر دلچسپ حصہ وہی لگا جو اماں چنگی کی زندگی کی عکاسی کرتا تھا کیونکہ اماں چنگی نے ثابت کیا کہ عورت دراصل خلوص، وفا، صبر، ممتا اور عفت و عظمت کی پیکر ہے اور اگر چاہے تو یہ صنفِ نازک وہ بڑے بڑے مقاصد حاصل کر سکتی ہے جو شائد بڑے بڑے حوصلہ مندوں کو بھی حاصل نہ ہوں۔ بقول اقبالؒ!

مکالمات اِفلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اِسی کے شعلے سے پھوٹا شرارِ افلاطون

دادی چنگی کے حوالے سے جب قلم اُٹھایا تو مجھے شیخ سعدیؒ کے یہ الفاظ یاد آ گئے،



فرماتے ہیں کہ ''اچھی عادت کی مالک نیک اور پارسا عورت کسی فقیر کے گھر میں بھی آ جائے تو اُسے بادشاہ بنا دیتی ہے۔'' بے شک ایسا ہی ہے لیکن اچھی عادت کی مالک نیک اور پارسا عورت جب شاہوں کے گھر آ جائے یا یوں کہیے کہ قلندروں کے گھر میں آ جائے تو پھر اُس گھر کی کیا شان ہو گی۔

شاہ زین سرکارؒ کے انتقال کے بعد اُسی سال ہی دادی چنگی کی رحلت بھی واقع ہوئی لیکن جسطرح دادی چنگی کی صحت یابی ایک کرامت بن کر اُبھری تھی اور دُنیا کو چونکا گئی بالکل اسی طرح آپ کی رحلت پر آپکے دفن کے بعد ہونے والی کرامت نے ایک مرتبہ پھر دُنیا کو چونکا دیا۔ جب دادی چنگی کو شاہ زین سرکارؒ کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا تو دوسرے دن دیکھا گیا کہ آپ کی قبر شاہ صاحب کی قبر میں پیوست ہو چکی تھی۔ دوبارہ بلکہ سہ بارہ بھی دونوں قبور کو الگ الگ کیا گیا لیکن اگلی صبح اس مقام پر یہی منظر دیکھنے کو ملتا۔ یوں میں یہ کہنے پر مجبور ہو گئی کہ آپ کی ساری زندگی کی خدمت، محبت، عقیدت اور وفا شعاری کے صلہ کا پھل مل گیا اور پھر میرے ذہن میں شاہ زین سرکارؒ کے اس جملے کی گونج بلند ہوئی کہ ''اے ای چنگی اے۔'' واقعیٰ کہ چنگی عورت اس دُنیا میں مرد کو ملنے والی بہت بڑی نعمت اور جنت سے کم نہیں۔

ڈاکٹر سعیدہ حیدر
ماہر تعلیم
گلبہار۔ پشاور



فضیلت مآب شاہ زین العابدین
کے جلیل القدر آباؤ اجداد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

فلک امامت کے ساتویں انجم تابدار عزت مآب جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہایت نیک اور صالح اٹھارہ فرزند عطا فرمائے تھے۔ زین العابدین کا سلسلہ نسب جناب امام موسیٰ کاظم کے فرزند عزیز حضرت اسحاق الموفق سے ہے۔ اسحاق الموفق کی وفات ۲۴۰ ھجری میں ہوئی۔ آپ کا مرقد انوار ساوا ایران میں ہے۔

اسحاق الموفق کے فرزند ارجمند محمد اول۔ اِن کا مولد بلخ اور آپ اسی شہر میں دفن ہیں۔

محمد اول کے چشم و چراغ محمد عالم گنج العلم وحلم ہیں۔ آپ علوم ظاہری اور باطنی میں کمال درجے پر فائز تھے۔ بلخ میں پیدا ہوئے اور آپ کا مرقد اقدس رے ایران میں ہے۔ آپ کی وفات ۲۵۹ ھجری میں ہوئی۔

محمد عالم کے لخت جگر ابوالحسن زاہد مجتہد العصر تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی عنایات و برکات سے والئی رے بھی رہے ہیں۔ علم و فضل اور زہد وتقویٰ میں یکتائے زمانہ تھے۔ روحانیت کا

ارفع مقام عطا ہوا تھا۔ وفات ۲۹۷ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مولد اور مدفن رے ایران ہے۔

موسیٰ ابوالحسن زاہد کے نورِ چشم اسحاق ثانی۔ آپ رے میں پیدا ہوئے اور آپ کی ابدی آرام گاہ ثمر قند میں ہے۔

اسحاق ثانی کے خلف الرشید سلطان عبدالرحمٰن رئیس الزمان بہت بڑی علمی و روحانی شخصیت تھے۔ آپ مشہد میں پیدا ہوئے اور ثمر قند میں آپ کا مزار اقدس ہے۔ آپ اپنے عہد حیات اول میں کشمیر ہندوستان میں تشریف لائے تھے۔ بعض محققین نے تحریر کیا ہے کہ اُن کا مزار کشمیر اور ثمر قند ہر دو جگہ پر مشہور ہے۔ اِن سے قبل بھی کئی بزرگان دین کے مزارات کے متعلق دو جگہوں یا متعدد مقامات پر یقین کے ساتھ مشاہدہ میں آیا ہے۔ کبھی تو خرق عادت اور کرامت کے طور پر اور اکثر مسلم نما دشمنانِ اسلام کی ستم شعاری اور بربریت کے پیش نظر۔ دفع فساد یا بغرض سلامتی ایسا ہوتا رہا ہے۔

عبدالرحمٰن رئیس الزمان کے خلف سعید حیات المیر بلخی زندہ پیر بلبلندی اور بعض مقامات پر آپ عبداللہ مشہدی حیات المیر کے نام نامی سے مشہور تھے۔ آپ کا مولد بلخ ہے۔ بسلسلہ تبلیغ دین اسلام مختلف ممالک اور شہروں سے ہوتے ہوئے آپ ہند میں بلبلند کے مقام پر تشریف لائے اور یہیں انتقال فرمایا۔ جامع کمالات و کرامات ظاہری و باطنی تھے۔ آپ روحانیت کی دنیا میں ایک خاص شہرت اور مقام رکھتے تھے۔

علی حیات المیر کے جگر گوشہ سلطان ابو القاسم حسینی المشہدی جیّد عالم دین، مفسر قرآن مجید اور صاحب روایت ہوئے ہیں۔ تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴ کے مطابق آپ ۶۱۰ ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور روہڑی بھکر میں قیام فرمایا اور یہیں اکیس سال تک حکمرانی بھی کی۔ اِسی مقام پر اللہ تعالیٰ نے ابدی نیند عطا فرمائی۔

سلطان ابو القاسم کے فرزند صالح سلطان محمد احمد سابق۔ آپ کا مولد اور مرقد مشہد ایران ہے۔

سلطان محمد احمد سابق کے نور نظر سلطان صدر الدین جنہیں عبد الوہاب کے اسم گرامی سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ آپ کا مولد اور مدفن مشہد ہے۔

سلطان صدر الدین کے خلفِ الصدق سلطان رضاء الدین آپ کا مولد اور آخری آرام گاہ مشہد میں ہے۔

سلطان رضاء الدین کے فرزند ذیشان محمد الغازی ثانی آپ والئی کابل بھی رہے ہیں۔ اپنی خداداد صلاحیتوں اور اوصاف حمیدہ کی وجہ سے عوام وخواص کے قلوب میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ تبلیغِ دین اسلام میں اکثر مصروف عمل رہتے تھے۔ آپ کی جائے پیدائش مشہد ہے اور خانقاہ مبارک میر پور سندھ میں ہے۔

سلطان محمد الغازی الثانی کے فرزند ارجمند سلطان علاؤ الدین جنہیں ولی الدین بھی

کہتے تھے مثل اجداد علوم ظاہری و باطنی میں کمال درجہ خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کا مولد اور مدفن میر پور سندھ ہے۔

سلطان علاؤ الدین کے خلف صالح سلطان وجیہہ الدین تبلیغ دین اسلام میں حد درجہ سرشار اور علوم تصوّف میں یکتائے زمانہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ اِس قدر صاحب تاثیر اور صاحب برکت تھے کہ غیر مسلم چہرہ مبارک دیکھتے ہی اسلام قبول کر لیتے تھے۔ آپ کی کرامات قبل از وفات اور بعد از رحلت بھی جاری رہیں۔ آپ کا مولد اور مرقد اقدس میر پور سندھ ہے۔

سلطان وجیہہ الدین کے جان وجگر عبد الکریم۔ آپ کی جائے پیدائش اور مدفن سید کسراں چکوال ہے۔

عبد الکریم کے فرزند فضیلت مآب علی شیر...... جنہیں ابراہیم کے اسم گرامی سے بھی پکارا جاتا تھا۔ انہوں نے کافی عرصہ سیالکوٹ میں سکونت اختیار فرمائی۔ صاحب علم وحکمت اور جیّد روحانی شخصیت تھے۔ آپ کا مولد میر پور سندھ اور ابدی خواب گاہ سید کسراں چکوال ہے۔

علی شیر کے فرزند عزت مآب نصیر الدین...... جنہیں عبید کے اسم گرامی سے بھی یاد کیا جاتا تھا...... علم وفضل، حلم وحکمت اور تقویٰ میں امتیازی حیثیت سے عوام الناس میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ آپ سری نگر میں وعظ وتبلیغ میں کافی عرصہ مصروف عمل رہے۔ اسی لئے سری نگر کے لوگ آپ کو میر واعظ کے لقب سے بھی جانتے ہیں۔ آپ کا مولد میر پور سندھ

ہے۔۸۷۱ھجری میں رحلت فرمائی۔آپ کا مرقد اقدس محلّہ خانیار سری نگر کشمیر میں ہے۔

نصیر الدین کے اعلیٰ مرتبہ فرزند زین العابدین کی ولادت باسعادت ۸۲۲ھجری ہے۔آپ کی جائے ولادت میر پور مظفر آباد ہے۔آپ نے اپنی ابتدائی اسلامی تعلیم اپنے والد بزرگوار علامہ نصیر الدین موسوی کے زیر عاطفت حاصل کی۔والد محترم نے آپ کو سن شعور آنے سے قبل علم قرآن، علم حدیث اور فقہ میں یکتا کر دیا تھا۔آپ نے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں میں بھی رسائی حاصل کر لی تھی۔مزید دینی تعلیمات کے حصول اور زیارات مقدسہ کے لئے آپ نے کئی بار مشہد مقدس، بغداد، نجف اشرف اور کاظمین شریف کے تکلیف دہ سفر کئے اور علمائے کرام سے مل کر آپ نے اپنی علمی پیاس کو بجھایا اور بہت کچھ حاصل کیا۔اللہ رب العزت نے اپنے خاص کرم و فضل سے انہیں لاتعداد خوبیوں اور صلاحیتوں سے آراستہ پیراستہ فرما کر اپنے دین مبین دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے منتخب فرمایا۔زین العابدین انتہائی حسین و جمیل، پُرکشش خدوخال، دلکش دراز قد و قامت اور مقناطیسی شخصیت کے مالک تھے۔باریش چہرہ مبارک ایک خاص نور کے ہالے سے ہر وقت چمکتا دمکتا رہتا تھا۔دھیمے لہجے کی گفتگو میں شہد جیسی شیرینی سے لوگوں کے قلوب میں رَچ بس جاتے تھے۔حلیم الطبع اور اعلیٰ حسن اخلاق کے پیکر تھے۔

شاہ زین سرکار بھی کافی عرصہ سری نگر کشمیر میں رہائش پذیر رہے۔تبلیغ دین اسلام



میں ایک مقام بنایا۔سری نگر کا پل زین الکدل آپ کی کرامات و کمالات کی روشن نشانی ہے۔

آپؒ کی وفات حسرت آیات ۹۰۰ھ میں ہوئی۔آپ کا روضہ اقدس اوڈھروال چکوال میں ہے۔آپؒ جد اعلیٰ کاظمی سادات ہیں۔صاحب کرامات ولی اللہ اور روحانیت کی دنیا کے شمس العارفین سلطان الاولیاء برہان الاتقیاء قدوۃ السالکین اور امام الصالحین کے القاب و آداب سے یاد کئے جاتے ہیں۔عام لوگوں کی زبان پر شاہ زین سرکار کے اسم گرامی سے شہرت رکھتے ہیں۔آپؒ سے شاخ زینیال کاظمی سادات کا آغاز ہوا۔

اپنے شہرۂ آفاق اور برگزیدہ صد قابل احترام عالم فاضل آباؤ اجداد کے مقدس ورثے میں ملی ہوئی روحانی تعلیمات سے دُکھی انسانیت کی بھرپور خدمت، اپنا شعار اور فرض سمجھتے تھے۔دُکھی انسانوں کے لئے بے پناہ ہمدردی، ایثار محبت اور پیار کا پاکیزہ جذبہ اور احساس رکھتے تھے۔جو اُن کے لئے تسلی، دلجوئی اور سکون قلب کا کام کرتا تھا۔ہر ایک سے شگفتہ چہرے اور خندہ پیشانی سے ملتے اور اپنے بہتر خداداد حُسن اخلاق سے اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔ہر ایک کو توجہ سے سنتے اور بعض اوقات پریشان کُن باتیں سُن کر خود بھی آبدیدہ ہو جاتے تھے اور تڑپ اُٹھتے تھے۔بس پُرخلوص دعائیں......دعائیں......دعائیں!!!

یہی بہترین تحفہ اور سوغات تھی جس میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی اور اکرم الاکرمین، ارحم الراحمین کی بارگاہ ایزدی سے قبولیت کا شرف اور سعادت حاصل کرتی رہیں۔



جود وسخا میں انتہائی کمال درجہ رکھتے تھے۔سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک کی عزت اور احترام سے خاطر خواہ تواضع کی جاتی تھی۔کسی کو بھی بغیر تواضع کے نہیں جانے دیا جاتا تھا۔

دن رات ارادت مندوں کا جم غفیر شاہ زین سرکار کے قرب کا متمنی اور دعاؤں کی سوغات سمیٹنے کا اشتیاق رکھتا تھا۔

شاہ زین سرکارؒ کے شب و روز عبادات الٰہی، روزے اور کشف و جذب میں گزرتے۔اس کے باوجود انسانوں سے پیار اور اُن سے تسلی و تشفی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے تھے۔

تبلیغ اور اشاعتِ دین اسلام کے سلسلے میں علماء، صوفیائے کرام اور فقراء کی نورانی روحانی محافل و مجالس اکثر سجتی رہتی تھیں۔علم، ادب، فقر اور روحانیت کے شیدائی ان روحانی مجالس سے علم و حکمت کے انمول موتیوں سے اپنی اپنی جھولیاں بھرنے کا شرف حاصل کر کے ذہنی سکون اور دلی مسرت و شادمانی محسوس کرتے تھے۔

تمام حمد و ثناء اس ذات کبریا کے لئے ہے جس نے اپنے ممتاز اور برگزیدہ بندوں کے شفاف قلوب کو اپنی مطاہر معرفت کے عطر آگیں لباس سے نوازا......جس سے اُن کے دل محبت کی نعمتوں سے معمور و سرشار ہو گئے......اور یہی نہیں بلکہ انوار قدسی سے منور ہو کر فیضِ روحانیت حاصل کرنے کے لائق بن گئے۔یہاں تک کہ انوار الٰہی کے نزول سے تابندہ اور مزیّن ہو گئے۔انہوں نے اپنے اذکار اور اوراد کے ذریعے ابدی خوشبو سے معطّر انفاس کی ہم

نشینی اختیار کی اور اپنے ظاہر و باطن پر تقویٰ اور پرہیز گاری کا لباس زیب تن کیا۔انہوں نے انسان کی جاہلیت کے تاریک دور میں یقین و ایمان کے چراغ فروزاں کئے۔دنیاوی عیش اور اِس کے مفادات کو بہت حقیر اور پست جانا۔جسمانی لحاظ سے وہ ارضی مخلوق ہیں مگر اُن کے دل آسمان کی رفعتوں میں جاگزیں ہوتے ہیں۔وہ اپنے پاک و پاکیزہ جسم کے ساتھ دنیا میں موجود ہوتے ہیں مگر اُن کے قلب عالم حادث سے جدا ہیں۔اُن کے قلوب نیکی کے خزانوں سے مالا مال ہیں۔وہ دنیاوی خواہشات کی بجائے اکثر عبادات الٰہی اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں۔وہ قرآن کریم فرقان حمید کی شیرینی سے لذتوں کا لطف اُٹھاتے ہیں اور اُن کے چہروں سے معرفت خداوندی کے آثار نمایاں عیاں ہوتے ہیں۔عرفان الٰہی کی تروتازگی اور شادابی اُن کے باطنی اسرار کی گواہی دیتی ہے۔ایسے لوگ دعوت حق دیتے ہیں......جنہوں نے اُن کی پیروی کی اُن کے پند و نصائح پر عمل کیا اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت مل گئی۔لہٰذا خداوند ذوالجلال والاکرام ہی تمام حمد و ثناء کا مستحق ہے جس نے محبت کرنے والے خاص بندوں کی برکات اپنے عام بندوں کے لئے مہیا کر رکھی ہیں ....اور یہی برگزیدہ شخصیات، یہی رشد و ہدایت سے سرشار ہستیاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے خاص بندے اور دوست ہیں جنہیں نہ کوئی خوف اور نہ کوئی ڈر اور اُس واہب العطایا کی جانب سے انہیں ہر دو عالم میں یعنی عالم حیات اور بعد از حیات خوش خبری یعنی عظیم کامیابی کی نوید اور نعمت عطا فرمائی گئی ہے۔

ازدواجی زندگی

زین العابدین

کی ازدواجی زندگی ایک حیران کُن عجوبہ سے کم نہیں ....

پہلی بات تو یہ کہ فقر کی دولت اور نعمت سے مزّین یہ ہستیاں ازدواجی زندگی کو اتنی فوقیت نہیں دیتے۔ جب تک حکم الٰہی نہ ہو.......... جب تک مرشد کامل کی جانب سے اجازت نہ ہو۔

فقر وتصوّف کی دنیا میں ہر حالت میں رب کریم کی رضا طلب رہتی ہے...... چونکہ فقر کی زندگی میں مخصوص مقاصد کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اس لئے مجرد رہنا ہی اُن کے لئے مفید اور اطمینان بخش ہوتا ہے اس سے اُن کے خیالات میں یکسوئی اور سکونِ قلوب رہتا ہے بلکہ اُن کی بے فکری کی زندگی اس طرح خوشگوار گزرتی ہے۔ وہ شادی کرنے کے مناسب وقت کو خوب جانتے ہیں اور ہاں اُن کی طبیعت جلد شادی کرنے کا تقاضا بھی نہیں کرتی بلکہ وہ اس وقت شادی کے لئے قدم اٹھاتے ہیں جب اُن کے نفس میں طلب اور صلاحیت پیدا

ہو جائے۔ اُس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے لئے ایسے مددگار ظاہری اسباب مہیا فرما دیتا ہے جن کی بدولت وہ رفیقہ ء حیات سے مسّرت وسکون کی نعمت حاصل کرتے ہیں، اور وہ رؤف الرحیم اُن کے رزق میں بھی اضافہ فرما دیتا ہے۔

صدری روایات یہ بتاتی ہیں شاہ زین سرکار تبلیغ دین اسلام کے سلسلے میں جہاں کہیں تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے اُس علاقے کے ناسمجھ، نااہل لوگ اُن پر یہ اعتراض کرتے کہ آپ غیر شادی شدہ ہیں اس لئے ہمارے علاقے میں آپ ٹھہر نہیں سکتے اور یہاں سے جلد کوچ کر جائیں۔ شاہ زین سرکار بڑے تحمل اور نرم لہجہ میں ہزار عقلی منطقی دلائل دیتے مگر وہ جاہل، بے بصیرت لوگ اُس ولی اللہ کے ان رموز کو نہیں سمجھ سکتے تھے اور کئی دفعہ کئی مقامات پر تو ایسا ہوا وہ عقل کے اندھے تضحیک وتوہین پر اُتر آتے تھے۔ شاہ زین سرکارؒ ان باتوں سے دل برداشتہ ہونے والے نہ تھے۔ وہ اپنے نیک ارادوں اور مقاصد کو بڑی کشادہ دلی سے مسلسل جاری رکھے ہوئے آگے ہی آگے رواں دواں پُرعزم رہتے تھے اور اِذن الٰہی کے منتظر رہتے تھے کہ کب حکم ربی ہوتا ہے اور وہ کب اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔ درویش حکم الٰہی کے ساتھ اپنے مرشد کامل کے حکم کا بھی منتظر ہوتا ہے۔ جب عوام الناس کا مطالبہ آئے دن بڑھتا چلا گیا تو انہوں نے اپنے حلقہء ارادت کے چند بااثر افراد سے گھر بسانے کا اظہار کیا۔

پُر خلوص اور وفا شعار عقیدت مندوں نے اُن کے لئے کئی بار کوشش کی کہ کسی اچھے عزت دار خاندان سے رشتے کی بات کی جائے مگر ہر بار سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے اس پسندیدہ برگزیدہ بندے کو رشتہ دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا تھا............

یہ تو اُن پُر خلوص لوگوں کی اپنی سعی جمیلہ تھی جو پوری نہیں ہو رہی تھی مگر اُس رؤف الرحیم نے اس کے نہ پورا ہونے میں ایک بڑا راز پنہاں رکھا ہوا تھا۔ ایسے اسرار و رموز ذرا دیر سے آشکار ہوتے ہیں اور دیر سے انسانی اذہان کی سمجھ میں آتے ہیں۔

اسی کاوش اور تگ و دو کے دوران ایک بہت بڑے زمیندار خاندان کے دروازے پر دستک دی گئی۔ رابطے پر خاندان کے سربراہ اوڈھر خان سے بات ہوئی تو اُس نے بڑے افسوس کے ساتھ بتایا کہ اس کی تمام بیٹیوں کی رخصتی کر دی گئی ہے۔ باقی ایک بیٹی ہے مگر وہ کوڑھ جیسے مرض میں مبتلا ہے جس سے بینائی متاثر ہو چکی ہے۔ بولنے اور سننے کی قوت میں کمی آ گئی ہے اور اس کے سر پر بال بھی نہیں ہیں۔

یہ ساری باتیں سننے کے بعد وہ عقیدت مند یہ پیغام لے کر شاہ زین سرکارؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ساری باتیں گاؤں کے سردار نے اپنی معذور اور علیل بیٹی کے متعلق بتائی تھیں من و عن بیان کر دیں۔ جب وہ سارا کچھ بتانے کے بعد اس جملہ پر پہنچا کہ وہ خاتون سر سے گنجی بھی ہے تو شاہ زین سرکارؒ نے حکم الٰہی سے فوری طور پر کہا کہ ''یہی چنگی ہے''، یعنی یہ

ہی بہتر ہے۔ اسی کا رشتہ قبول کرتا ہوں اور اسے اپنی شریک حیات بناتا ہوں اور اسے ہی اپناتا ہوں۔ بس تیاری کی جائے۔

شاہ زین سرکارؒ اپنے چند زیرک اور پُر خلوص ساتھیوں کے ہمراہ اُس سردار کے ہاں پہنچ گئے اور اُس کی بیٹی سے نکاح کی بات کی۔ وہ سردار تو حیران و پریشان ہو گیا اور وہاں سب لوگ ششدر کہ یہ شخص کتنی بڑی قربانی دے رہا ہے۔ ایک ایسی لڑکی جو کوڑھ جیسے موذی مرض میں مبتلا ہے۔ دیکھنے، سننے اور بولنے کی صلاحیت سے بھی قدرے محروم ہو چکی ہے اور سر پر بال بھی نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فراخ دل بندہ ایسی لڑکی کو اپنانے کے لئے دروازے پر ایک وفد برات کی صورت لے کر آن پہنچا ہے۔

یہ حکم ربّی تھا............ اور اس کے اندر کئی بھید اور کئی رموز چھپے ہوئے تھے جو عام انسانوں کی سوچ سے باہر تھے۔ شرائط ایجاب و قبول اور شرعی نکاح کے بعد پیر و مرشد شاہ زین سرکارؒ نہایت خوش و خرم اپنی شریک حیات کو اپنے آستانے پر لے آئے۔ مبارک سلامت اور تشکر ذوالجلال الاکرام کی پاکیزہ صداؤں کے ساتھ گھر کا آنگن بہاروں کی رنگینیوں اور خوشبوؤں کی مہک سے معطر ہو گیا۔

تمام لوگ حیرت زدہ تھے کہ یہ کیسے ممکن ہو گیا ہے ؟ ؟؟ عقل سوچنے سے عاری............ انسان انگشت بدنداں چند روز تک ہر جگہ اس مقدس شادی کے تذکرے

موضوعِ سخن بنے رہے.......... اتنا خوب رُو، مردانہ حسن و جمال کا پیکر اور دل آویز وضع قطع کا یہ انسان کیسے اِس لڑکی کو اپنا جیون ساتھی بنانے پر آمادہ ہوا.......... اب وہ بھید جو ستار العیوب نے پوشیدہ رکھا تھا وہ آہستہ آہستہ عیاں ہونا شروع ہوا۔ بہت تھوڑے عرصے میں کوڑھ کا مرض ختم ہو گیا اور ساتھ ہی دیکھنے، بولنے اور سننے کی صلاحیت بھی بحال ہو گئی۔ سر پر بال اُگنے لگے بلکہ بڑھنے لگے اور ''یہی چنگی ہے'' کی خوش الحان صدائیں گونج اُٹھیں۔

رب کریم کے فضل و کرم سے ''چنگی'' محترمہ چنگی بی بی ملکوتی حسن و جمال سے فیض یاب ہو کر عصمت، حیا، خلوص، محبت، پیار، ایثار، ہمدردی کا لاجواب مرقع بن چکی تھیں۔

خاص و عام میں ایک ہیجان اور ہلچل نے سب کو حیران کر دیا تھا۔ دور دور سے بھی خواتین شاہ زین سرکار کی پری وَش، مہوش عروس محترمہ چنگی بی بی کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تابی اور بے قراری سے چلی آ رہی تھیں.......... اسی طرح رب ذوالجلال والاکرام نے اپنے فضل و کرم سے شاہ زین سرکار کی عزت و آبرو، احترام اور وقار میں مزید وسعت اور برکت عطا فرمائی اور اب اس معجزۂ قدرت کی وجہ سے لوگ جوق در جوق آستانہ عالیہ پیر و مرشدی شاہ زین سرکار پر حاضری دیتے اور توصیف و تعریف سے اپنی عقیدت، ارادت اور محبت کا دل کی گہرائیوں سے اظہار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجا لاتے تھے۔

الحمد للہ رب العالمین شکراً حمداً حمداً کثیراً کثیراً



دادی چنگی

وہ علاّم الغیوب ہی بہتر جانتا ہے کہ چکوال کے سرسبز و شاداب خطے کے اس زمیندار سردار کی آخری بیٹی کا اس کے والدین نے کیا نام رکھا تھا۔ وہ اُسے کس نام سے پکارتے تھے۔ ہزار سعی و کاوش کے باوجود آج تک معلوم نہ ہو سکا مگر شاہ زین سرکار نے اسے اپنا جیون ساتھی منتخب کر کے اسے چنگی کے اسم مبارک سے موسوم کیا۔ آج اُس کی اولاد اس کائنات میں جہاں جہاں ہے اس عظیم المرتبت خاتون کو ''دادی چنگی'' کے اسم گرامی نام نامی سے نہایت عزت و احترام سے یاد کرتی ہے۔

دادی چنگی ...... سب سے پہلے اپنے شریک حیات کے لئے عطیۂ خداوندی

دادی چنگی ...... ایک عصمت مآب، عفت مآب خاتون

دادی چنگی ...... اللہ تعالیٰ کی عنایات سے لاتعداد خوبیوں سے مزیّن ایک وفا شعار بیوی

دادی چنگی ...... ایک بے مثل اور لاجواب ماں

ہاں ایک ایسی عظیم ماں جس کی اب تک کوئی نظیر نہیں ملتی



دادی چنگی!

آپ ...... اعجاز خداوندی ہیں

آپ ...... ایک ہمہ صفت عظیم خاتون ہیں

آپ ...... اسم بامسمیٰ ہیں

آپ ...... ہزاروں خوبیوں سے آراستہ ایک بے مثال زوجہ ہیں

آپ ...... ایک لاثانی ماں ....جس کی ممتا سمندر کی وسعت اور گہرائیوں سے زیادہ ہے۔ آپ جیسی ماں کے متعلق ہی جنت سے استفسار کیا گیا تو جنت نے کہا کہ میں تو خود ماں کے پاؤں کے نیچے رہتی ہوں۔

آپ ...... محبت والفت کا بحر بیکراں ہیں

آپ ...... روحانیت کے گلابوں کا جزیرہ ہیں جس کی پاک و پاکیزہ مہک صدیوں سے ہے اور مزید صدیوں تک اس جہانِ رنگ و بو کو مہکاتی رہے گی۔

دادی چنگی..........جنہیں رب ذوالجلال والاکرام نے اپنے لاتعداد انعام واکرام سے نواز رکھا تھا اپنے شوہر نامدار اور اس کے خاندان کے تمام افراد سے حد درجہ عزت واحترام سے پیش آتی تھیں۔ یہی نہیں بلکہ اپنی اولاد کا بھی اس قدر احترام کرتی تھیں کہ بغیر وضو کے اپنے کسی



فرزند کو اپنی آغوش مبارک میں ڈال کر دودھ نہیں پلایا۔ چارپائی یا جھولے میں اپنے لختِ جگر کو ڈال کر خود زمین پر بیٹھ کر بڑے ادب اور پیار سے اپنا پاکیزہ شیر پلاتی تھیں۔ وہ اپنے شوہر نامدار، اپنے مجازی خدا پیر و مرشد شاہ زین سرکارؒ کی عظمت اور اعلیٰ خاندانی وقار کو خوب جانتی تھیں اور اُن کے مقابلے میں اپنی ذات اور خاندانی اقدار سے بھی اچھی طرح آگاہ تھیں..........جو ماں اپنے دودھ پیتے معصوم بچے کو ممتا، پیار اور محبت کے ساتھ ساتھ اس قدر عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ وہ کتنی عظمت والی ماں ہوگی۔ اس سے قبل اب تک ایسی کوئی مثال سامنے نہیں آئی ہے اور نہ آگے آئے گی۔

رب جانے وہ اپنے چاند جیسے خوبصورت اور پھولوں جیسے حسین نونہالوں کی پرورش اور تربیت کے لئے علم وحکمت اور معرفت کے کیسے کیسے طور طریقے استعمال کر کے انہیں ایک کامل انسان بنانے میں کتنی تگ و دو اور کاوش کرتی ہوں گی۔ ماں کی مقدس آغوش پہلی درسگاہ کہلاتی ہے۔ جہاں بچوں کو ہر قسم کی ابتدائی تعلیم سے آراستہ کر کے انہیں بہترین انسان بنانے کی ہر ممکن انتھک کوشش کی جاتی ہے ہزاروں سلام ہوں اُن عظیم ماؤں پر جو اپنی اولاد کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھا کر ایک اعلیٰ اور ارفع مقام حاصل کرتی ہیں۔



دادی چنگی!

ہم اپنی جانب سے اور آپ کی موجودہ تمام اولاد کی طرف سے آپ کی خدمت اقدس میں نہایت ادب واحترام اور عجز وانکسار کے ساتھ سلام وعقیدت کے عنبریں اور شگفتہ گلاب پیش کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں اور اُسے اپنی سعادت وسرفرازی تصور کرتے ہیں۔

اے ہماری معظّمہ و مکرمہ

عصمت مآب دادی چنگی

ہماراعاجزانہ سلام قبول فرما کر ہمارے قلوب کو اپنی لازوال ممتا،شفقت اور پیار کے حسن وجمال کی ضوفشاں کرنوں سے منور فرمادیں۔

چھ سو سال کا طویل ترین عرصہ گزرنے کے بعد آج بھی اولاد اور عقیدت مندوں کے لبوں پر دادی چنگی کا اسم مبارک شہد جیسی مٹھاس اور پھولوں کی عنبریں خوشبو کی طرح تروتازہ اور شگفتہ وشاداب ہے۔

شاہ زین سرکار نے تو بغیر ایک جھلک دیکھے اسے چنگی کے اسم سے موسوم کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس نام کو قیامت تک کے لئے ابدیت اور جاودانی عطا فرمادی اور جس عصمت مآب خاتون کا یہ اسم مبارک رکھا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کمال مہربانیوں



اور رحمتوں سے اُسے ایمان کی لازوال دولت، عزت، شہرت بزرگی اور عرفان وروحانیت کا وہ ارفع مقام ودیعت کیا ہے جہاں کا کوئی تصور بھی ممکن نہیں۔

اگر دادی چنگی............شاہ زین سرکار کے عقد میں آنے سے قبل عام خواتین کی طرح صحت مند، خوش رنگ اور خوش شکل ہوتیں تو کہیں نہ کہیں کسی وقت بھی حسد کی آگ کی وجہ سے اُن کی کردار کشی کی جاسکتی تھی اور انہیں اس طرح جو مقام ملا تھا اُس کے متعلق الٹی سیدھی باتیں کر کے زبانوں کو آلودہ کیا جاتا۔ مگر یہ رب کریم کی عنایات اور برکات تھیں کہ وہ نکاح سے قبل ایسی حالت میں تھیں کہ اُن کے متعلق کوئی ایسی ویسی بات کہی نہ جاسکتی تھی نہ سنی جاسکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کوڑھ جیسے موذی مرض میں مبتلا کر کے اُن کی شخصیت کو ہر قسم کے جھوٹے بہتانوں اور آلائشوں سے اپنی پناہ میں محفوظ رکھا اور یہ خالق دو جہاں کا خاص کرم وفضل جو حکمت سے بھرپور تھا۔

سلاطین ہند کی جو چند ایک نامور خواتین مثلاً چاند بی بی، رضیہ سلطان، حمیدہ بانو، نور جہاں ارجمند بانو (ممتاز محل)، زیب النساء اور جہاں آراء وغیرہ بھی وہ اعلیٰ مقام حاصل نہ کرسکیں جو شاہ زین سرکارؒ کی جیون ساتھی حُورشمائل محترمہ چنگی کو رب کریم وجلیل نے عطا فرمایا ہے۔

سلام ہو آپ پر............اے معرفت وروحانیت کی عظیم الشان شہزادی............



دادی چنگی...... آپ پر لاکھوں کروڑوں سلام اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی لاتعداد رحمتیں اور برکات۔

دادی چنگی!

آپ علم وحلم، عصمت وعفت، شرم، حیا کے زیور سے آراستہ پیراستہ ایک عبادت گزار، متقی اور سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ جن کی زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

یاعظیم العلیم جب تیرا کرم وفضل ہو تو کیسے کیسے معجزے رونما کر کے اپنی روشن آیات اپنے بندوں کے سامنے پیش کر کے انہیں ذکر وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ ہم عقل کے اندھے اور بے بصیرت ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ان مہربانیوں اور نوازشات کو سمجھنے کی تاب ہی نہیں رکھتے۔ یہی اُس کی ربوبیت کی پُراسرار نشانیاں ہیں جن پر غور وفکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

دادی چنگی اپنے نام کی طرح اسم بامسمیٰ تھیں۔ ملکوتی حُسن، پاکیزہ سیرت، تقویٰ، عفت اور عصمت کی پیکر کو اُس رب العالمین نے بہترین خوبیوں اور صفات سے مزین آٹھ فرزندار جمند عطا فرمائے۔

محمد۔ محمود جڑواں

احمد۔ حمید جڑواں



باقر۔ مراد۔ عالم اور اکبر

عالم اور اکبر لاولد فوت ہوئے، باقی چھ فرزندوں سے

آپ کی اولاد کے سلسلہ نسل کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس قدر فروغ حاصل ہوا کہ قرآن کریم کے ایک سو آٹھویں سورۃ کوثر کی تفسیر نظر آنے لگا اور کاظمی سادات کہلانے لگی۔ آج شاہ زین سرکار کی اولاد کائنات میں جہاں جہاں بھی پائی جاتی ہے کاظمی مشہدی سادات زینیاں کہلاتے ہیں۔



ارضِ چکوال

ہم یہاں اُس وقت کے ہند کے جس علاقے کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں وہ ڈھنی کا علاقہ ہے جہاں دور دور تک کفر والحاد کا بسیرا تھا۔ کہیں آگ کی پرستش، تو کہیں درختوں، سانپوں، بتوں اور سورج کی پوجا۔ شدید قسم کی توہم پرستی، اخلاق باختہ ماحول۔ عورت کی نہ کوئی عزت اور نہ ہی اُسے کوئی تحفظ۔ وحشیوں کی طرح اُس سے سلوک کیا جاتا تھا۔ کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ زندگی کے ہر شعبے میں وہ مرد کے برابر سخت محنت اور مشقت کرتی مگر پھر بھی اسے کوئی عزت واحترام سے نہیں دیکھا جاتا تھا بلکہ جانوروں کی طرح یا جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا۔ اگر کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو اس کی بیوی کو بھی ستی چڑھا دیا جاتا یعنی زندہ جلا دیا جاتا تھا اسے منحوس تصور کیا جاتا تھا جب تک وہ ستی نہیں چڑھائی جاتی تھی کوئی اس کا چہرہ تک دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ احترام آدمیت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ جہالت کے گہرے سیاہ اندھیرے ہر طرف چھائے ہوئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل اور غارت گری عام تھی اور پھر انتقام کی صورت میں یہ سلسلہ سالہا سال تک چلتا رہتا۔

سفاکی اور بربریت انتہاء تک پہنچ چکی تھی۔ فضول قسم کے رسم ورواج کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ اُن میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ رحم، نیکی، احسان اور حُسن سلوک سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ جبر واستبداد کی حکمرانی تھی جو ذرا سا افرادی یا مالی طور پر طاقتور ہوتا اُسی کا حکم اور سکہ چلتا تھا۔ نادار اور کمزوروں کی کوئی حیثیت نہ تھی ایسے افراد مشکل ترین زندگی

گزارتے تھے۔ ایسے حالات میں بس محتاجی کی زندگی، بے بسی اور بے کسی اُن کا مقدر بن چکی تھی۔ آنسوؤں اور آہوں کی حالت میں موت کے اذیت ناک چنگل میں پھنس جاتے تھے۔

ڈھنی کے اس علاقے میں چکوال سے کوئی چوبیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہندوؤں کا کئی ہزار سال قبل کا قلعہ کٹاس اور مندر اپنی ماضی کی داستانیں دہرا رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں، جہاں ہنود ہر سال ایک خاص موقع پر یہاں اپنی مذہبی رسومات بجالاتے ہیں۔

اس خطے میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے شاہ زین العابدین ابن نصیر الدین ابن علی شیر ابن عبدالکریم کا انتخاب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جو اُن پر ایک بھاری بوجھ ڈالا تھا وہ حکم ربی کے سامنے لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے اس خطے میں تشریف لائے اور اُس نیک مقصد کے لئے اللہ عزوجل کی نصرت سے سینہ سپر ہو گئے اور اپنی خداداد صلاحیتوں اور خوبیوں سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ دُکھی انسانیت کے لئے بہت بڑا سکون اور سہارا ثابت ہوئے۔ غیر مسلم آپ کے حسن اخلاق اور تبلیغ دین اسلام سے متاثر ہو کر نہایت بے قراری اور بڑے شوق سے حلقہ اسلام میں شامل ہونے لگے............ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکات سے شاہ زین سرکارؒ کی انتھک محنت، مشقت اور کمالات و کرامات سے جہالت اور کفر کے اندھیرے اسلام اور ایمان کی چکا چوند روشنیوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔

مساجد تعمیر ہونا شروع ہوئیں۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر کی بابرکت صدائیں ہر جانب گونج اُٹھیں۔ ظلم اور بربریت کا خاتمہ ہونے لگا۔ خلوص ومحبت، پیار وشفقت، ہمدردی اور حُسن سلوک سے ہر طرف امن، آشتی اور دوستی کی فضا کو فروغ حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم وفضل سے یہ سب معجزانہ طور پر شاہ زین سرکار کی کاوش اور مسلسل محنت کا ثمر تھا۔ آپ لوگوں کے قلوب پر حکومت کرنے لگے۔ آپ سے قبل دھنی کا علاقہ آپ جیسی کسی شخصیت کے حوالے سے محروم نظر آتا ہے۔

ظلم وبربریت کی ستائی ہوئی خواتین شاہ زین سرکار کی جلیل القدر زوجہ محترمہ بی بی چنگی سے ملاقات کا شرف حاصل کر کے دلی شادمانی اور روحانی سکون محسوس کرتی تھیں۔



شاہ زین سرکار کی اولاد

شاہ زین سرکارؒ نے اپنی ساری زندگی تبلیغ واشاعت اسلام اور خدمت خلق کے لئے وقف کردی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی۔ اس لئے بہت ساری آزمائشوں، تکالیف اور امتحانوں کے باوجود ہر مقام پر کامیابی وکامرانی اُن کے قدم چومتی رہی۔ جیسا کہ اس سے قبل تحریر کیا جاچکا ہے۔ رب ذوالجلال والاکرام نے اپنے خاص فضل وکرم سے شاہ زین سرکار کو آٹھ فرزندار جمند عطا فرمائے تھے۔ سب ہی خوش جمال، خوش خصال اور اوصاف حمیدہ کے انعام واکرام سے آراستہ پیراستہ تھے۔ اُن میں دو فرزند لاولد فوت ہوئے اور بقیہ چھ فرزندوں سے شاہ زین سرکار کی اولاد کا سلسلہ نسل علاقہ دھنی پوٹھوہار، ہزارہ، مظفر آباد، پنجاب کے دور دراز علاقوں کے علاوہ کشمیر تک پھیل گیا تھا اور آج اُن کی اولاد ہر مقام پر عزت واحترام کے ساتھ اپنے معزز اجداد کے نقش قدم پر گامزن اسی طرح دین اسلام اور خدمت خلق کے لئے ہمہ تن مصروف عمل ہے اور یہی نہیں

